جناب عبدالرشید عراقی

تاریخ وسیر

امام ابوعُبیدقاسم بن سلّام رحمہ اللہ

نام ونسب قاسم نام، ابوعبید کنیت اور باپ کا نام سلّام تھا۔[۱]

ولادت، خاندان اور وطن ۱۵۴ھ میں ہرات میں پیدا ہوئے، ان کے والد سلّام خراسان میں آباد ہونے والے رومی غلاموں میں سے تھے،

تحصیل علم ابوعبید نے ابتدائی تعلیم ہرات میں حاصل کی۔ کوفہ و بصرہ، جو اس زمانہ میں ایک علمی مرکز کی حیثیت رکھتے تھے، وہاں جاکر کسب فیض کیا، اور اس کے بعد بغداد پہنچے۔ بغداد میں اُن دنوں ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا۔ وہاں آپ نے عربی ادب صرف ونحو، قرأت، اور حدیث و فقہ کی تعلیم مکمّل کی۔

اساتذہ وشیوخ ابوعبید نے جن اساتذہ وشیوخ سے استفادہ حاصل کیا، وہ اپنے وقت کے ائمہ فن اور اکابر فضلاء میں سے تھے، ان میں بعض کے نام یہ ہیں:

ابن اعرابی، ابوبکر بن عیاش، ابوزکریا کلابی، ابوزیاد کلبی، ابوزید انصاری، ابوعمرو شیبانی، ابومحمد یزیدی، اسحاق ازرق، اسمٰعیل بن جعفر، اسمٰعیل بن علیہ، اسمٰعیل بن عیاش، اصمعی، جریر بن عبدالحمید، حفص بن غیاث، حماد بن مسعدہ، شجاع بن نصر، شریک بن عبداللہ، صفوان بن عیسٰی، عباد بن عباد، عباد بن عوام، عبدالرحمٰن بن مہدی، عبداللہ بن مبارک، عمر بن یونس یمامی، فراء کسائی، مروان بن معاویہ، ابوعبیدہ معمر بن مثنّی، ہشام بن عمار، ہشیم بن بشیر، وکیع بن یحیٰی بن سعید اموی، یحیٰی بن سعید القطان، یحیٰی بن صالح، یزید بن ہارون۔

---

[۱] الفہرست لابن الندیم، ص ۱۰۶۔

ان اساتذہ میں حدیث کے اساتذہ اسمٰعیل بن عیاش، اسمٰعیل بن جعفر، ہیثم بن بشیر شریک بن عبداللہ، ابوبکر بن عیاش، عبداللہ بن مبارک، جریر بن عبداللہ، عباد بن عباد عباد بن عوام، اور یحییٰ بن سعید القطان ہیں[1]۔

تلامذہ جس طرح آپ کے اساتذہ و شیوخ بھی اپنے وقت کے ائمہ فن تھے، اسی طرح آپ کے بعض تلامذہ بھی اپنے وقت کے ائمہ فن بنے۔ اور اُن کا شمار کبار محدثین میں ہوا۔ چند ایک مشہور تلامذہ یہ ہیں:

ابوبکر بن ابی الدنیا، احمد بن یحییٰ بلاذری، احمد بن یوسف تغلبی، حارث بن ابی امامہ حسن بن مکرم، سعید بن ابی حریم مصری، عباس دوری، عباس عنبری، عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، علی بن عبدالعزیز بغوی، محمد بن اسحاق حاغانی، محمد بن یحییٰ مروزی وغیرہ[2]

ابو عبید کے یہ تمام تلامذہ، تفسیر، حدیث، تاریخ اور ادب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، علم و ادب میں نام پیدا کیا، اور اساتذہ میں اُن کا شمار ہوا۔

رحلت وسفر امام ابو عبید نے طلب علم کے لئے متعدد مقامات کے سفر کئے۔ مشہور مؤرخ ابن سعد لکھتے ہیں:

"طلب للحدیث والفقہ"[3]

یعنی "حدیث و فقہ کی تلاش و جستجو کی"

اور آپ نے اس سلسلہ میں بغداد اور مصر کے سفر کئے، اور بعد میں آپ بصرہ، مکہ اور مدینہ بھی گئے۔

جامعیت امام ابو عبید مختلف علوم میں گوناگوں اوصاف و کمالات سے متصف تھے، وہ اپنے زمانہ میں ہر فن کے امام، جملہ علوم اسلامی مثلاً قرأت، تفسیر قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب، صرف و نحو، اور لغت کے ماہر و متبحر عالم تھے، آپ نے ہر علم میں مکمل استفادہ کیا۔ عربی زبان و ادب پر عبور حاصل کیا پھر عربی

[1] تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۴۰۳، طبقات الشافعیۃ ج ۱، ص ۲۷۰۔ تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۱۵، تاریخ ابن خلکان ج ۲، ص ۱۶۳۔

[2] تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۱۵۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۴۰۳

[3] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۹۳۔ تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۴۰۳۔ تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۱۵

ادب و لغت پر توجہ کی، بعد ازاں قرآن مجید، حدیث، فقہ، اور اصول فقہ ان کی توجہ کا مرکز بنے، یہی وجہ ہے کہ تراجم کی کتابوں میں علماء و مصنفین نے ان پر اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر سے تبصرہ کیا ہے۔ ادباء انہیں معلم و ادیب مانتے ہیں، اہل لغت انہیں اپنے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔ محدثین اور فقہاء انہیں اپنی جماعت کا امام تسلیم کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"احد ائمة اللغة والفقة، والحديث والقرآن والاخبار وايام الناس ؂۱

"وہ لغت، فقہ، حدیث، قرآن اور اخبار کے اور وقائع کے ماہرین اور ائمہ فن میں تھے۔"

اب یہاں ان کے کمالات کا جدا جدا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

حدیث

امام ابو عبید کو جن علوم سے خاص تعلق تھا، ان میں ایک فن حدیث بھی ہے اس کی طلب میں ان کے شوق اور دلچسپی کا مؤرخین اور علمائے سیر نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے، اور علمائے کرام نے ان کو صاحب سنت و حدیث لکھا ہے۔ اور ان کے ضبط، ثقاہت اور حفظ و عدالت پر سب نے اتفاق کیا ہے۔

امام ابوداؤد لکھتے ہیں: کہ "امام ابو عبید ثقہ و مامون تھے۔"

محدث دارقطنی، یحییٰ بن معین لکھتے ہیں: کہ "ابو عبید ثقہ تھے۔"

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ "ابو عبید ثقہ فاضل تھے۔"

اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں: کہ "ابو عبید ثقہ لا بأس تھے۔" ؂۲

حدیث میں ان کے مستند اور قابل اعتماد راوی ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی تصنیف "التاریخ الکبیر" میں ان کا ترجمہ لکھا ہے ؂۳

علامہ ابن رشد نے امام ابو عبید کو امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کی صف میں کھڑا کیا ہے۔ ؂۴

؂۱ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۹۱۔ ؂۲ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۰۸، تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۴۱۴، طبقات الشافعیہ، ج ۱، ص ۲۷۰، ۲۷۱، شذرات الذہب، ج ۴، ص ۵۴ تقریب التہذیب، ص ۲۰۷، بغیۃ الرعاۃ، ص ۳۷۶ ؂۳ التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۱۷۲۔
؂۴ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ج ۱، ص ۱۰۴۔

امام ابو عبیدؒ نے حدیث کی خدمت میں جو اہم پہلو اختیار کیا، ان کے علمائے عصر نے اس پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

ہلال بن علاء فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ کی چار شخصیتیں پیدا کر کے امت مسلمہ پر احسان فرمایا

۱۔ امام شافعیؒ، جنہوں نے فقہ حدیث میں کمال پیدا کیا۔

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ جنہوں نے (خلق قرآن) کے امتحان میں ثابت قدم رہ کر مثال قائم کی۔

۳۔ یحییٰ بن معینؒ جنہوں نے حدیث میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہونے دی۔

۴۔ ابو عبیدؒ جنہوں نے حدیث کے غریب الفاظ کی شرح و تفسیر کر کے لوگوں کو فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔[۱]

فقہ امام ابو عبیدؒ کا دوسرا فن فقہ تھا، اور فقہ میں بھی آپ اپنی مثال آپ ہی تھے علمائے کرام نے فقہ سے متعلق بھی ان کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور اُن کے علو مرتبت کا اعتراف کیا ہے۔ علمائے کرام نے آپ کو صاحب فقہ، فقیہہ، مجتہد، اور عارفاً بالفقہ لکھا ہے۔[۲]

قرأت و تفسیر قرآن مجید اور اس کے متعلقہ علوم پر آپ کی گہری نظر تھی، اور فن قرأت میں تو آپ کو امام تسلیم کیا جاتا ہے، اور قرآن کے دیگر علوم پر انکی اچھی نظر تھی۔ اور مؤرخین نے ان کو احد ائمۃ القرآن اور صاحب قرآن لکھا ہے۔[۳]

ادب و عربیت امام ابو عبید کو سب سے زیادہ لگاؤ ادب، لغت، نحو اور عربیت سے تھا، آپ نے قرآن و حدیث کی جو خدمت کی ہے، اس میں انہوں نے ادبی و نحوی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا ہے، اور علمائے عصر نے ادب، نحو میں آپ کو امام مانا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ کسی شخص نے اُن سے لفظ "رباب" سے متعلق سوال کیا، تو انہوں

۱۔ کتاب الاموال از امام ابو عبید ج ۱، ص ۲۴۔

۲۔ تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۴۰۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۶۰۵۔

۳۔ تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۱۸۔

نے اس کے مختلف معنوں کی وضاحت کی، اور اسکی سند میں متعدد اشعار پیش کیے۔" [1]

بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کہ عربی ادب میں آپ تبحر علمی رکھتے تھے۔

ایام وقائع وانساب

ایام وقائع وانساب میں ابوعبیدؒ بہت ماہر تھے، اور اس علم میں آپ کی معلومات بہت کافی تھیں۔

فقہی مسلک

امام ابوعبیدؒ خود فقیہہ و مجتہد تھے، اور اس وقت کے مذاہب فقہ میں کسی مذہب کے مقلد نہ تھے، البتہ امام ابوحنیفہؒ کے مقابلہ میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے مذہب سے زیادہ قریب تھے، چنانچہ امام ابوعبیدؒ نے اپنی کتابوں میں ان بزرگوں کے مسالک کے شواہد، احادیث و روایات سے ان کی تطبیق اور نحوی و لغوی استدلال سے ان کو قوی اور انسب ثابت کیا ہے، جن سے ان مذاہب کی جانب انکے رجحان کا پتہ چلتا ہے، اور دوسرا یہ کہ امام ابوعبیدؒ نے فقہ میں امام شافعیؒ سے استفادہ کیا تھا، مگر شافعی مذہب کی تقلید سے آزاد تھے۔ [2]

تلاش و تحقیق

تلاش و تحقیق میں بہت محنتی تھے، اور اس میں ان کی کیفیت ایک جنونی کی سی ہوجاتی تھی، چنانچہ ان کی تلاش و تحقیق کا یہ حال تھا کہ اپنی کتاب "غریب الحدیث" کی تکمیل ۴۰ سال میں کی۔ اور جب بھی کوئی بات اصحاب علم سے سنتے تو اس کو درج کرلیتے، اور اس میں اپنے سے کمتر معاصر سے بھی استفادہ کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے، خود ہی فرماتے ہیں کہ:

"مجھے کسی چیز کا علم حاصل کرنے میں اتنی خوشی ہوتی تھی، کہ رات بھر نیند نہیں آتی تھی۔" [3]

اہلِ دولت سے گریز۔ اور اہلِ علم کی عظمت

اصحاب دولت سے اپنا دامن بچاتے تھے اور اہلِ علم کی عظمت کرتے تھے۔ ایک دفعہ امیر طاہر نے جس سے ان کے بڑے تعلقات تھے، اپنے گھر بلا کر انکی کتاب "غریب الحدیث" سننا چاہی،

---

[1] معجم الادباء ج ۶، ص ۱۶۵۔ [2] تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۱۸۔

[3] تاریخ بغداد۔ ج ۱۲، ص ۴۰۷۔ تاریخ ابن خلکان، ج ۲، ص ۱۶۳۔

تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۱۵۔

تو انکار کر دیا۔ لیکن محدث علی بن المدینی نے اس کے سماع کی خواہش کی، تو روزانہ خود ان کے گھر جا کر سنا آتے تھے۔[۵۱]

عہدۂ قضاء قرآن و حدیث پر گہری نظر اور فقہی مسائل پر عبور حاصل ہونے کی بنا پر ثابت بن نصر بن مالک نے جب وہ طرطوس کے گورنر مقرر ہوئے امام ابو عبید کو وہاں کا قاضی مقرر کیا۔ اس منصب پر وہ ۱۸ سال تک فائز رہے۔[۵۲]

اہلِ علم کا اعتراف امام ابو عبید رحمہ اللہ کے فضل و کمال کا سب نے اعتراف کیا ہے۔ ان میں آپ کے اساتذہ، تلامذہ، معاصرین اور سوانح نگار شامل ہیں، امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ:

"ابو عبید مجھ سے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سے زیادہ صاحبِ علم اور جامعیت و کمال میں سب سے زیادہ ممتاز و فائق تھے۔"

امام عبداللہ بن طاہر فرماتے ہیں:

"چار آدمی اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، عبداللہ بن عباس، عامر شعبی، قاسم بن معن، اور ابو عبید قاسم بن سلام۔

امام حاکم صاحبِ مستدرک اور ابن السبکی نے "الامام الجلیل"، دارقطنی نے "امام اور جبل العلم"، حافظ ابن حجر نے "الامام المشہور" جیسے القاب کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔[۵۳]

تدین و تقویٰ علمی فضیلت کے ساتھ ساتھ ورع و تقویٰ میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، علمائے کرام اور معاصرین نے آپ کے ورع اور تقویٰ کا اعتراف کیا ہے۔

امام ابو بکر خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ:

"ابو عبید نہایت متدین اور متورع تھے، میں نے کسی شخص کو ان کے علم، دینداری

---

۵۱ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۴۰۷-۴۰۸۔ ۵۲ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۴۱۲۔ طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۹۳۔ ۵۳ تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۴۰۳-۴۰۴، ۴۱۲۔ طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۹۳۔ تاریخ ابن خلکان ج ۲، ص ۱۶۳۔ طبقات الشافعیہ ج ۱، ص ۲۷۰-۲۷۱۔ شذرات الذہب ج ۲، ص ۵۵۔ تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۱۸۔ تقریب ص ۲۰۷۔ العبر ج ۱، ص ۹۲۔ مرآۃ الجنان ج ۲، ص ۸۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۵۔

اور کسی معاملہ میں طعن کرنے والا نہیں پایا۔" لے

عبادت و ریاضت عبادت و ریاضت میں بہت مشغول رہتے تھے۔ اور رات کا ۱/۳ حصہ عبادت میں گذارتے۔ حج بیت اللہ شریف سے دو مرتبہ مشرف ہوئے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"وذکر لہ من العبادۃ والاجتہاد فی العبادۃ شیئاً کثیراً" ؂

"یعنی ان کی عبادت و ریاضت کے بہت سے واقعات ہیں"

دنیا سے بے رغبتی امام ابو عبید کو امیر طاہر کے دربار میں بڑا تقرب اور رسوخ حاصل تھا، اور اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا، لیکن برخلاف اس کے امام ابو عبید کو دنیاوی مال و متاع سے کوئی رغبت نہ تھی، وہ بقدرِ کفالت ہی پر اکتفا کرتے تھے۔ اور زائد رقم خیرات کر دیتے تھے۔ ؂

اتباع سنت اتباع سنت میں بڑا اہتمام تھا، اس کے خلاف کوئی بات دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے، متبع سنت لوگوں کو تحسین فرماتے تھے، اور خلافِ سنت لوگوں کی باتوں کو دیکھ کر کبیدہ خاطر ہو جاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اتباع سنت کی مثال ہاتھ میں چنگاری لینے کی ہے۔ اور اس زمانہ میں وہ جہاد سے افضل ہے ؂

امام ابو عبید کسی مسئلہ میں کتاب و سنت کے صریح فیصلہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کے قول کو ترجیح نہیں دیتے تھے، جہاں کتاب و سنت سے راہنمائی نہیں ملتی، وہاں وہ فقیہہ صحابی کے قول کو مابعد کے فقہاء پر ترجیح دیتے تھے۔

(جاری ہے)

لے تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۴۰۲ - ۴۰۶ - ۴۱۲ - ۴۱۴ - تاریخ ابن خلکان، ج ۲، ص ۱۶۳ - تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۱۸ ؂ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۴۱۵ - تاریخ ابن خلکان، ج ۲، ص ۱۶۴ - البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۹۱ -

؂ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۴۰۶ - طبقات الشافعیہ، ج ۱، ص ۲۷۱ -

؂ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۴۱۱ .